

عدل الہی کے دلائل

<?xml encoding="UTF-8?">

۱۔ حسن وقبح عقلی

پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ ہماری عقل اشیاء کی ”خوبی“ اور ”بدی“ کو قابل توجہ حد تک درک کرتی ہے۔ (یہ وہی چیز ہے، جس کا نام علماء نے ”حسن قبح عقلی“ رکھا ہے) مثلاً ہم جانتے ہیں کہ عدالت واحسان اچھی چیز ہے اور ظلم وبخل بری چیز ہے۔ یہاں تک کہ ان کے بارے میں دین و مذہب کی طرف سے کچھ کہنے سے پہلے بھی ہمارے لئے یہ چیز واضح تھی، اگرچہ دوسرے ایسے مسائل موجود ہیں جن کے بارے میں ہمارا علم کافی نہیں ہے اور ہمیں رہبران الہی و انبیاء کی رہبری سے استفادہ کرنا چاہئے۔

اس لئے اگر ”اشاعرہ“ کے نام سے مسلمانوں کے ایک گروہ نے ”حسن قبح عقلی“ سے انکار کر کے اچھائی اور برائی کو پہچاننے کا راستہ۔ حتیٰ عدالت وظلم وغیرہ کے سلسلہ میں۔ صرف شرع ومذہب کو کافی جانا ہے، تو یہ ایک بہت بڑا مغالطہ ہے۔

کیونکہ اگر ہماری عقل نیک وبد کو درک کرنے کی قدرت وصلاحیت نہ رکھتی ہوتو ہمیں کہاں سے معلوم ہو گا کہ خداوند متعال معجزہ کو ایک جھوٹے انسان کے اختیار میں نہیں دیتا ہے؟ لیکن جب ہم کہتے ہیں کہ جھوٹ بولنا بُرا اور قبیح ہے اور خدا سے یہ کام انجام پا نا محال ہے، تو ہم جانتے ہیں کہ خدا کے وعدے سب حق ہیں اور اس کے بیانات سب سچے ہیں۔ وہ کبھی جھوٹے کی تقویت نہیں کرتا ہے اور معجزہ کو ہر گز جھوٹے کے اختیار میں نہیں سونپتا ہے۔

اسی وجہ سے شرع ومذہب میں جو کچھ بیان ہوا ہے اس پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔

اس لئے ہم نتیجہ حاصل کرتے ہیں کہ حسن وقبح عقلی پر اعتقاد دین و مذہب کی بنیاد ہے۔ (توجہ کیجئے!) اب ہم عدل الہی کے دلائل کی بحث شروع کرتے ہیں اور اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے ہمیں جاننا چاہئے:

۲۔ ظلم کا سر چشمہ کیا ہے؟

”ظلم“ کا سر چشمہ مندرجہ ذیل امور میں سے ایک ہے:

الف۔ جہل: بعض اوقات ظالم انسان حقیقت میں نہیں جانتا ہے کہ وہ کیا کرتا ہے۔ نہیں جانتا ہے کہ وہ کس کی حق تلفی کرتا ہے، اور اپنے کام سے بے خبر ہے۔

ب۔ احتیاج: کبھی دوسروں کے پاس موجود چیز کی احتیاج انسان کو وسواس میں ڈالتی ہے کہ اس شیطانی کام کو انجام دے، جبکہ اگر بے نیاز ہو تا، اس قسم کے مواقع پر اس کے لئے ظلم کرنے کی کوئی دلیل موجود نہ ہوتی۔

ج۔ عجز و ناتوانی: بعض اوقات انسان راضی نہیں ہوتا کہ دوسروں کا حق ادا کرنے میں کو تاہی کرے لیکن اس میں یہ کام انجام دینے کی قدرت وتوانائی نہیں ہوتی ہے اور ناخواستہ ”ظلم“ کا مرتکب ہوتا ہے۔

د۔خود پرستی ، حسد اور انتقامی جذبہ۔ گاہے مذکورہ عوامل میں سے کوئی ایک مؤثر نہیں ہوتا ہے، لیکن ”خود پرستی“ اس امر کا سبب بنتی ہے کہ انسان دوسروں کے حقوق کو پائمال کرے۔ یا ”انتقامی جذبہ“ اور ”کینہ و حسد“ اسے ظلم و ستم کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ یا کبھی ”اجارہ داری“ دوسروں کی حق تلفی کا سبب بن جاتا ہے۔ اور ان کے مانند دوسرے عوامل و اسباب۔

لیکن چونکہ مذکورہ بری صفات اور عیوب و نقائص میں سے کوئی چیز خداوند متعال کے وجود مقدس میں نہیں پائی جاتی، وہ ہر چیز کا عالم، سب سے بے نیاز، ہر چیز پر قادر اور ہر ایک کے بارے میں مہربان ہے، اس لئے اس کے لئے ظلم کا مرتکب ہونا معنی نہیں رکھتا ہے۔

اس کا وجود بے انتہا اور کمال لا محدود ہے، ایسے وجود سے خیر، نیکی، عدل و انصاف، مہربانی اور رحمت کے علاوہ کوئی چیز صادر نہیں ہوتی ہے۔

اگر وہ بدکاروں کو سزا دیتا ہے تو وہ حقیقت میں ان کے کثرتوں کا نتیجہ ہوتا ہے، جو انہیں ملتا ہے، اس شخص کے مانند جو نشہ آور چیزیں یا شراب پینے کے نتیجہ میں مہلک بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید فرماتا ہے:

(سورہ نمل/۹۰)

”کیا تمہیں تمہارے اعمال کے علاوہ بھی کوئی معاذہ دیا جاسکتا ہے۔“

۳۔ قرآن مجید اور عدل الہی

قابل توجہ بات ہے کہ قرآن مجید میں اس مسئلہ کے بارے میں بہت تاکید کی گئی ہے۔ ایک جگہ پر فرماتا ہے:

(سورہ یونس/۴۲)

”اللہ انسانوں پر ذرّہ برابر ظلم نہیں کرتا ہے بلکہ انسان خود ہی اپنے اوپر ظلم کیا کرتے ہیں۔“ ایک دوسری جگہ پر فرماتا ہے:

”اللہ کسی پر ذرّہ برابر ظلم نہیں کرتا ہے۔“

روز قیامت کے حساب اور جزا کے بارے میں فرماتا ہے:

(سورہ انبیاء/۴۷)

”اور ہم قیامت کے دن انصاف کی ترازو قائم کریں گے اور کسی نفس پر ادنیٰ ظلم نہیں کیا جائے گا۔“

(قابل توجہ بات ہے کہ یہاں پر ”میزان“ سے مقصود نیک و بد کو تولنے کا وسیلہ ہے نہ اس دنیا کے مانند کوئی ترازو)

۴۔ عدل و انصاف کی دعوت

ہم نے کہا کہ انسان کی صفات، خداوند متعال کی صفات کا ایک پر تو ہونا چاہئیں تا کہ انسانی معاشرے میں الہی صفات کا نور پھیلے۔ اسی اصول کی بنیاد پر جس قدر قرآن مجید عدل الہی کو بیان کرتا ہے، اسی قدر انسانی معاشرے اور ہر انسان میں عدل و انصاف قائم کرنے پر اہمیت دیتا ہے۔ قرآن مجید بار بار ظلم کو معاشروں کی تباہی و بربادی کا سبب بتاتا ہے اور ظالموں کے انجام کو درد ناک ترین انجام شمار کرتا ہے۔

قرآن مجید گزشتہ اقوام کی داستان بیان کرنے کے ضمن میں بار بار اس حقیقت کی یاد دہانی کرتا ہے کہ دیکھو ظلم و فساد کے نتیجہ میں کس طرح وہ اقوام عذاب الہی سے دو چار ہو کر نابود ہوئے، تم بھی اس سے ڈرو کہ کہیں ظلم کرنے کے نتیجہ میں اس قسم کے انجام سے دو چار نہ ہو جاؤ۔
قرآن مجید واضح الفاظ میں ایک بنیادی اصول کے عنوان سے کہتا ہے:
(سورہ نحل/۹۰)

”بیشک اللہ عدل، احسان اور قربت داروں کے حقوق کی ادائیگی کا حکم دیتا ہے اور بد کاری، ناشائستہ حرکات اور ظلم سے منع کرتا ہے۔“

قابل توجہ بات ہے کہ جس طرح ظلم کرنا ایک برا اور قبیح کام ہے، اسی طرح ظلم کو بر داشت کرنا بھی اسلام اور قرآن کی نظر میں غلط ہے، چنانچہ سورئہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۷۹ میں آیا ہے:
”لا تظلمون ولا تظلمون > (سورہ بقرہ/۲۷۹)

”نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے“

اصولی طور پر ظلم کو قبول کرنا ظلم کی حوصلہ افزائی، اس کی تقویت اور ظالم کی مدد کرنے کا باعث ہے۔